دیوانِ شاداں کے قلمی نسخے: ایک تعارف

ڈاکٹر زمرد کوثر
ایسوسی ایٹ پروفیسر اردو
گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی فیصل آباد

MANUSCRIPTS OF URDU DIWAN OF MAHARAJA CHANDU LAL SHADAAN

Zamurd Kausar, PhD
Associate Professor of Urdu
Govt. College Women University, Faisalabad

Abstract

Maharaja Chandu Lal Shadan served as a prime minister of Hyderabad Deccan during 1833-1844. He was a great patron of Urdu language and literature. His generosity attracted Urdu poets and writers of the time to his court. Despite his official responsibilities, he used to organize and attend Mushairas on regular basis. He himself was a good poet and wrote a diwan in Urdu. This article tries to introduce and analyze the rare manuscript of his diwan found in British Library, London. The manuscript is still in a good condition. It is in complete form so far and therefore can be used as copy text for further reserach. The second manuscript available with Asiatic Society Library, Kolkata- India is incomplete but still is very important for a bibliographer.

Keywords:

چندو لعل، حفیظ الدین، نصیر الدین، رام بابو سکسینہ، حیدرآباد، دیوانِ شاداں، آبِ حیات

مہاراجہ چندولعل بہادر شاداں حیدرآباد دکن میں پیدا ہوئے۔ان کی ولادت کے بارے میں ان کے پڑپوتے مہاراجہ سرکشن پرشاد شاد نے ''کلیات شاداں'' کے دیباچے میں ان کا سنہ پیدائش ۱۱۷۵ھ لکھا ہے۔ان کا خاندان رائے بریلی سے آیا تھا۔ان کے والد رائے نارائن داس رائے بریلی سے حیدرآباد تشریف لے گئے تھے۔ان کے بزرگ ہندو تھے۔چندولعل کے اسلاف اور ان کے خاندان کو تاریخ ہند اور تاریخ دکن میں بڑی اہمیت حاصل رہی ہے۔اس خاندان کے بہت سے افراد کو سیاست اور نظم ونسق میں کمال حاصل رہا۔مغل دربار سے انسلاک کے دوران میں ان کے بزرگ راجہ ٹوڈرمل وزیر خزانہ تھے۔چندولعل کے خاندان کا تعلق کھتریوں کے ''مہرہ'' فرقے سے تھا جس کا ذکر انھوں نے اپنی تصنیف ''عشرت کدۂ آفاق'' میں کیا ہے۔

اہل سیاست میں چندولعل سیاسی مدبر ہیں۔ادبی دنیا انھیں شاعر ہی مانتی ہے۔شعرا کی سرپرستی اور فیاضی اور داد و دہش کی وجہ سے وہ سارے ہندوستان میں مشہور ہوگئے۔چناں چہ شمالی ہند کے بعض حلقوں میں حیدرآباد کو چندولعل کے تعلق ہی سے جانا پہچانا جاتا تھا اور حیدرآباد کو چندولعل کا حیدرآباد کہا جاتا تھا۔مہاراجہ سرکشن پرشاد شاد کا یہ کہنا ہے:

> ''اگرچہ ان کے اور کارناموں کے سامنے جو یادگار زمانہ ہیں یہ شاعری کوئی وقعت نہیں رکھتی اور نہ اس کی حاجت ہے کہ مہاراجہ چندولعل کا نام نامی بہ حیثیت ایک شاعر کے ملک کے روبرو پیش کیا جائے لیکن اشاعت کلام سے اتنا فائدہ ضرور ہے کہ ان کے مذاق طبیعت سے جو لوگ ناواقف ہیں وہ لوگ واقف ہوجائیں گے کہ مئےکدۂ سخن کے جرعہ نوشوں میں مہاراجہ چندولعل کس رنگ سے شامل ہوئے تھے۔''(۱)

مہاراجہ چندولعل کے باقی اوصاف اپنی جگہ بہت اہم ہیں لیکن ان کا کلام اردو ادب کی ایک کڑی ہے، اور ہر کڑی اپنی جگہ اہم ہے، ان کا کلام منظر عام پر لانا ایک بڑا کارنامہ ہے۔چندولعل کی شاعرانہ حیثیت کا ثبوت ان کے عصر اور بعد کے دور کی وہ تصانیف اور تذکرے ہیں جن میں چندولعل کا تذکرہ شاعر کی حیثیت سے کیا گیا ہے۔معاصر تاریخوں میں گلزار آصفیہ پہلی تصنیف ہے جس میں شاداں کو شاعر کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے۔دوسری معاصر تاریخ ''تاریخ رشیدالدین خانی'' ہے جس میں ان کی شاعرانہ صلاحیتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔چندولعل کے بعد شمالی ہند اور دکن میں شعرائے اردو کے جو تذکرے لکھے گئے ہیں ان میں سب سے پہلا تذکرہ عبدالغفور نساخ کا ''سخن شعرا'' ہے۔شاداں کے بارے میں نساخ لکھتے ہیں:

> ''راجہ چندولعل نائب والی حیدرآباد دکن ولد نرائن داس کھتری باشندہ رائے بریلی شاگرد شیخ حفیظ الدین وشاہ نصیرالدین دہلوی حالات ان کے نہایت مشہور ہیں۔دیوان ان کا نظر سے گزرا ہے۔''(۲)

محمد حسین آزاد نے آبِ حیات میں شاہ نصیر کا حال لکھتے ہوئے چندولعل کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

''بڑی خوش نصیبی یہ تھی کہ وہ شعر وسخن کا مذاق رکھتے تھے۔''(۳)

خمخانۂ جاوید میں لالہ سری رام نے ان کے بارے میں لکھا ہے:

''(مہاراجہ چندو لال بہادر شاداں) بہت بڑے منتظم، فیاض و نیک نام اوران کی سیر چشمی اور دریا دلی کے متعلق آج تک صدہا حکایتیں زبان زد خاص و عام دکن ہیں۔ جو اعلیٰ درجے کی عزت و نیک نامی انھیں ملی آج تک کسی امیر وزیر کو نصیب نہیں ہوئی۔ مہاراجہ صاحب نے شاہ نصیر دہلوی سے استفادہ کیا تھا اوراپنا دیوان الٰہی بخش معروفؔ کے پاس ہدیتاً بھیجا تھا۔ سحر البیان اور شیریں زبان تھے۔ انتظام ریاست میں منہمک رہنے کے باوصف ارباب کمال کے عموماً اور شعرا کے خصوصاً قدر دان تھے۔ استاد ذوق اور حضرت ناسخ کو آپ نے دکن بلایا۔ بتیس برس تک منتظم ریاست دکن رہ کر ۱۸۴۶ میں راہی ملک بقا ہوئے اور اکثر اہل کمال کو لاوارث کر گئے۔ جملہ ماہران علوم وفنون کے قدر دان تھے۔ بالخصوص شاعری کا شوق اس درجہ تھا کہ دو سو سے زیادہ شعرا وابستہ دامن دولت تھے۔۔۔ مہاراجہ مرحوم فارسی اور اُردو دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ فارسی میں قتیل کے شاگرد اور معتقد تھے۔۔۔ آپ کا کلام تصوف اور معرفت کے رنگ سے پُر ہے۔ اور اس زمانے کی سیدھی سادی زبان کا مرقع ہے۔''(۴)

چندولعل کے خاندان کو علم وادب سے گہرا شغف تھا۔ چندولعل جب سن شعور کو پہنچے تو ان کے اطراف میں شعروسخن کا چرچا تھا۔ وہ بنیادی طور پر غزل کے شاعر ہیں۔ لیکن انھوں نے باقی اصناف میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔ غزل کے مقابلے میں رباعی اور قطعے شاداں کے ہاں کم ہیں۔ انھوں نے ۵۴ رباعیات لکھیں جن میں ۳۵ رباعیات دیوان اوّل میں اور ۱۹ دیوان دوم میں شامل ہیں۔ ان رباعیات کے موضوعات اخلاقی متصوفانہ اور چند ایک میں عاشقانہ ہیں۔ قطعات میں صرف تین قطعے دیوان دوم میں شامل ہیں۔ ایک عاشقانہ اور دو سکندر جاہ کی مدح میں لکھے گئے ہیں۔ ایک سالگرہ اور دوسرا عید کی مبارک باد دینے کے لیے لکھا گیا تھا۔ ان کے ہاں ایک مخمس ہے۔ انھوں نے اساتذہ کی زمینوں میں بھی غزلیں لکھی ہیں۔ مثلاً حفیظ اور شاہ نصیر کی زمینوں میں غزلیں کہیں۔ چندولعل کی مجلسی دل چسپیوں نے علما اور شعرا کا ایک بڑا گروہ ان کے گرد اکٹھا کر دیا تھا اور ان کی تنخواہ سو روپے سے لے کر ایک ہزار تک تھی۔ یہی وجہ تھی کہ بڑے بڑے شعرا، علما اور اہل کمال ان کے عہد میں حیدر آباد میں جمع ہو گئے تھے۔ محمد حسین آزاد لکھتے ہیں:

''کمال کی قدر دانی اور سخاوت ان کی عام تھی مگر دلّی والوں پر نظر پرورش خاص رکھتے تھے اور بہت مروّت سے پیش آتے تھے۔''(۵)

چندولعل کی دریا دلی، سخاوت اور شعرا پروری کا ایک زمانہ معترف تھا۔ تمام نقادہ تذکرہ نگار اور مورخین نے اپنی تحریروں میں اس کا اعتراف کیا ہے۔ رام بابو سکسینہ لکھتے ہیں:

”امراء و روسائے ریاست عہد قدیم میں بحیثیت سرپرست شعرا اور اہل کمال کے، جو مرتبہ مہاراجہ چندولعل کو حاصل ہے وہ کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہوا۔۔۔علاوہ خود اہل کمال ہونے کے اہل کمال کے بڑے مربی اور سرپرست تھے اور اس عہد میں جود و سخا میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے۔ ان کی سخاوت کی مثالیں اب تک بطور ضرب المثل حیدرآباد میں مشہور ہیں۔ اپنے زمانے میں اس قدر مشہور تھے کہ ریاست حیدرآباد کو ان کے نام کے ساتھ نسبت دی جاتی تھی اور حیدر آباد چندولال کا حیدرآباد کہلاتا تھا۔ ان کی سخاوت کا شہرہ سن کر ہندوستان اور ایران کے اکثر شعرا اور اہل کمال وہاں جمع ہو گئے تھے اور جو مشاعرے خود انھیں کے محل سرا میں ہر رات کو ہوتے تھے ان میں یہ صاحبان فن جمع ہو کر اپنا اپنا کمال دکھاتے۔ انھی مشاعروں میں نصیر دہلوی نے بھی اکثر شرکت کی اور بیش بہا انعامات سے مالا مال ہو کر واپس ہوئے۔“(۶)

عبدالحیٔ نے گل رعنا میں اور خواجہ عبدالرؤف عشرت لکھنوی نے ۱۹۳۱ء میں ہندو شعرا کے جو انتخابات شائع کیے، ان میں چندولعل کا خاص طور پر تذکرہ ہے۔ دکن میں اُردو میں چندولعل کے ملکۂ سخن اور ان کی مہارت کا تذکرہ ہے۔

ہندی الفاظ

شاداںؔ کے کلیات میں ہندی الفاظ کا استعمال توسیع زبان کی ایک مستحسن کوشش سمجھا جا سکتا ہے۔ انھوں نے اپنے معاصرین کے مقابلے میں بہت سے ہندی لفظ بھی استعمال کیے ہیں۔ مثلاً اندھیاری، کارن، داتا، گھٹ، پون وغیرہ:

رات اندھیاری ہے گھر دلبر کا دور

بعض نامانوس الفاظ بھی استعمال کرتے ہیں:

اک غزل دوسری لکھ اس کی ثنا میں شاداں
حامی ہووے گا اسی بات پہ کرتار تیرا

قواعد کے لحاظ سے شاداں کے یہاں مخصوص انحراف بہت کم نظر آتے ہیں۔ نصیرالدین ہاشمی لکھتے ہیں:

”مہاراجہ کا نام شعر و سخن کے لیے اور ۔۔۔ تاریخ دکن میں ہمیشہ جلی حروف میں لکھا جائے گا۔۔۔آپ کا کلام نہایت سنجیدہ، شگفتہ اور پسندیدہ مضامین کا ذخیرہ ہے۔ کلام کی رنگینی، انداز بیاں کی جدت اور تخیل کی بلندی آپ کی قادرالکلامی کے شاہد ہیں۔“(۷)

بہت سے معاصر شعرا نے چندو لعل کی مدح لکھی ہے۔ الٰہی بخش معروف سے ان کے اچھے مراسم رہے تھے۔ معروف کی ایک دعائیہ رباعی سے اس کا اظہار ہوتا ہے:

تا سبز سخن کا باغ و بستاں رہوے
پر قدر شناس نکتہ سنجاں رہوے
شاداں کے سبب ہیں سب سخندان شاداں
شاداں یارب ہمیشہ شاداں رہوے

معروف اور شاداں دونوں نے شاہ نصیر سے کلام میں اصلاح لی تھی۔ غالباً شاہ نصیر کے ایما پر انھوں نے اپنا اردو دیوان معروف کے یہاں بطور تحفہ بھیجا تھا۔ شاداں کی فارسی شاعری کا تذکرہ جن تصانیف میں کیا گیا ان میں صرف ایک فارسی دیوان کا ذکر ملتا ہے۔ رام بابو سکسینہ لکھتے ہیں:

"مہاراجہ موصوف اُردو فارسی دونوں زبانوں میں کہتے تھے۔ چنانچہ دو اُردو دیوان اور ایک دیوان فارسی ان کا یادگار ہے۔" (۸)

شاداں کے پہلے دیوان کے مخطوطات حیدرآباد کے تقریباً تمام کتب خانوں میں موجود ہیں۔ ان کے دوسرے دیوان کے نسخے بھی کم و بیش ہیں لیکن ان کا تیسرا دیوان کمیاب ہے۔

مخطوطات دیوان شاداں

میرے پیش نظر چندو لعل بہادر شاداں کے دو قلمی نسخے ہیں۔ پہلا قلمی نسخہ برٹش لائبریری کا مخزونہ ہے جو دیوان اوّل کا قلمی نسخہ ہے۔ تھامس رابنسن کو یہ نسخہ ۲۵ ستمبر ۱۸۲۸ء کو پیش کیا گیا تھا۔ جب کہ انھوں نے یہ نسخہ سینٹ آگسٹائن لائبریری کو دے دیا۔ ۳۰ اکتوبر ۱۸۲۸ء کو یہ خطی نسخہ انڈیا آفس لائبریری کو دے دیا گیا۔ اب یہ نسخہ برٹش لائبریری کی ملکیت ہے۔ یہ نسخہ مکمل ہے وقت اور زمانے کی دست برد سے پوری طرح محفوظ ہے۔ دوسرا دیوان دوم کا قلمی نسخہ ہے جو ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ کا مخزونہ ہے۔ اس کے فولیوز کئی جگہ سے خراب ہیں۔ دو سال کے طویل انتظار کے بعد بھی میرے لیے مکمل قلمی نسخے کا حصول ممکن نہیں ہو سکا۔ صرف ۲۷ فولیوز مل سکے ہیں لیکن یہ نسخہ اس لحاظ سے بہت قیمتی ہے کہ دیوان دوم کے قلمی نسخے کم دستیاب ہیں۔

دیوان شاداں۔ مخزونہ برٹش لائبریری لندن

خط: نستعلیق مائل بہ شکستہ۔

مسطر: ۱۲ سطری، ماسوائے صفحۂ اوّل جو ۹ سطری ہے۔

دیوان کا آغاز اس رباعی سے ہوا ہے۔

صفحہ اول دیوان وزیر شاہ ذیشان(۹) است ایں
تصنیف مہاراجۂ شاداں است ایں
ہر صاحب فہمی کہ بہ بیند گوید
سبحان اللہ چہ خوب دیوان است ایں

Presented To

ST. AUGUSTINE'S COLLEGE LIBRARY

BY

THE REV. THOMAS ROBINSON, D.D.,

LATE ARCHDEACON OF MADRAS

پہلے صفحے پر ہی آگسٹائن کالج لائبریری کی مدوّر مہر ثبت ہے۔

صفحہ دوم: This book was given me by the author Chandoo Lal minister to the Nizam.

Thomas Robinson. Hyderabad Sept, 25, 1828

صفحہ سوم: صفحہ سوم پر آغاز میں انڈیا آفس لائبریری ۳۰ اکتوبر ۱۸۲۸ء

INDIA OFFICE

30 OCT. 1828

LIBRARY(۹)

رب یسّر بسم اللہ الرحمن الرحیم و تمم بالخیر

دیوان کا آغاز ان اشعار سے ہوتا ہے۔

بحر ہزج مثمن الارکان صدر و ابتدا اخرب و حشو مکتوب و عروض و ضرب
محذوف وزنش مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن قافیہ مجرد و ار زوی تقطیع متدارک

بندہ ہوں دل و جان سے میں اپنے صنم کا
سایہ ہے میرے سر پہ تو اُس کے ہی قدم کا
خورشید میں ہے نور بھرا اُس کے کرم سے
ہر ذرّہ جو ہے نور سے خورشید کے چمکا

مغرور ہے تو جنسِ عبادت پہ و لیکن
انصاف سے دیکھے تو نہیں مال درم کا
کھینچا جو قلم روزِ ازل پھر نہیں پھرتا
کیا وصف لکھوں لکھ نہیں سکتا ہوں قلم کا
کیوں صلح میں رکھو نہ قدم جنگ کو اب چھوڑ
عقدہ ہے کھلا دل پہ مرے دیر و حرم کا
خالق نے کیا احمد و حیدر کو شہنشاہ
وہ میر عرب کا ہے یہ سالار عجم کا
شاداں ہوں اسی واسطے میں صبح تا شام
تکیہ ہے مجھے یار ترے فضل و کرم کا

ہر غزل کے آغاز میں غزل کی بحر اور اس کے ارکان کو شنگرفی روشنائی سے لکھا گیا ہے۔ غزلیات کا اختتام اس شعر پہ ہوتا ہے:

ہے دعا مجھ سے یہی اور سبھوں سے آمین
جلد بر لائے خدا ہوویں، جو تیرے آمال

اس کے بعد "تمام" لکھا ہے۔ اس کے فوراً بعد ۷ بند پر مشتمل مخمس کا آغاز اس بند سے ہوتا ہے:

ہم کو تو اُسی پہ نت نظر ہے
اودھر(۱۰) کی کب خبر ہے
مت ٹوک اسے کہ یہ بشر ہے
پھرتا جو نہیں وہ در بدر ہے
عاشق کا یہ حسن سر بسر ہے

آخری بند درج ذیل ہے:

ہے اُس کی جناب کبریائی (۱۱)
بندوں کو نہیں وہاں رسائی
شاداں پہ خدا کی ہے خدائی
کرتا ہے وہ سب سے جو بھلائی
حمد اس کی نہ طاقتِ بشر ہے

رباعی کا آغاز مندرجہ ذیل رباعی سے ہوتا ہے:

اے یار تجھے جو خوب دیکھا ہم نے
پھر پایا تمام سو دیکھا ہم نے

کل ۳۵ رباعیات ہیں۔اختتام اس رباعی پہ ہوتا ہے:

مالک ہے ہمارا جس میں اس کی مرضی
لکھتے نہیں ہم اُس کو اپنی یہی عرضی
شطرنج میں جیسے ہووے فرزین مہرہ
یوں چاہیے بندہ اس سے ہووے مسترضی

ترقیمہ: تاریخ ترتیب دیوان میمنت عنوان

مہاراج شاداں وزیر دکن — کہ مرجع ہے عالم کی امید کا
ظہور اُس کا ایسا ہے آفاق میں — کہ جوں نور ہو ماہ و خورشید کا
بدیہہ جو دیوان اُس نے کہا — سبب ہے یہ خالق کی تائید کا
ہر یک شعر پہ کیفیت اُس کا ہے — نمونہ خط جام جمشید کا
حقائق معارف کہیں اُس میں ہے — کہیں ذکر ہے شغل اور دید کا
سمجھنے کا تاریخ دیوان جب — ارادہ ہوا اہل فہمید کا
کہا میں نے روئے ہدایت سے تب
یہ دیوان دفتر ہے توحید کا

۱۲۳۹ھ

دیوان میمنت عنوان وزیر دوران حاتم زمان مہاراجہ چندولعل مہاراجہ بہادر دا المتخلص شاداں دام اقبالہ بتاریخ بست وہفتم ذلحجہ ۱۲۴۲ ہجری باہتمام مرزا عابد بیگ خاں ظہور بخط کمترین محمد علاالدین حسن اختتام پذیرفت مم م۔

دیوان شاداں

مخزونہ ایشاٹک سوسائٹی کلکتہ انڈیا

MSS. No/Acc. No VIII Coll:1110

Complete

Material Handmade Paper

Six in cm = 25 x 16

Folio : 27 (1 -- 27)

Condition Good

At the begining there is a [n] extra folio and a slip containing poetry, also slips are affixed on the Fb. 7, 10, 6, 13 a and 13 b containing poetry.

مسطر: ۲۳ سطری

یہ دیوان کا آدھا حصہ ہے جو پیش نظر ہے۔

غزل نمبر ۱۴ اور ۲۳ اور ایک ٹکڑا جس پر کوئی نمبر درج نہیں ہے۔ آغاز میں صفحہ نمبر ایک کے ساتھ ہی ان فولیوز کی تصویر بنا دی گئی ہے۔

اس حصے میں ۶۲ غزلیات ہیں۔ ۱۲ رباعیات، ۲ قطعات، دو مخمسات ایک ۱۵ بند پر مشتمل دوسرا ۷ بند پر مشتمل ہے تین بند پر مشتمل ایک مسدس اور ۹ عدد مطلع ہیں۔

دیوان کا باقاعدہ آغاز حمدیہ غزل سے ہوتا ہے۔ جسے بعنوان ''غزل یادگار در حمد پاک پروردگار'' تحریر کیا گیا ہے:

وہ خدائے پاک سب میں ہے اور ہے سب سے جدا
عقل نے پہچانا اس کو عقل کو رتبہ دیا
خوان نعمت کا کشادہ ہے جو بر روئے زمیں
اس لیے ہم سب پہ فرض ہے شکر کو کیجے ادا
مرضِ مکروہاتِ دنیا سے ہیں عاجز اے طبیب
از برائے دفعتش نام اس کا ہے مثلِ دوا
اپنی رحمت سے دیا بندوں کو اپنے کیا بے دریغ
پارچہ پوشیدنی اور نعمتیں لا انتہا
وہ ہے رب العالمیں اور کائنات یہ اس کی ہے
انسان ناقص عقل سے حمد اس کی ہووے تا کجا
وہ ہے یکتا اور بری رہتا ہے از چون و چرا
شاداں کا یہ قول ہو جاں (۱۴) مال سے اس پہ فدا

اس کی درگاہ معلی سے بنے ہیں کامیاب
اولیا و انبیا شاہاں چہ فقرا و گدا

کل ۶۱ غزلیات ہیں۔آخری غزل کا مطلع ہے:

کہا جو اُن سے کہ بے فائدہ جفا کرتے
وہ شوخ بولے تمھیں کیا برا بھلا کرتے

مقطع:

نہ کھاتے غوطے جو بحر غزل میں وے شاداں
تو بتاؤ باتیں نہیں یار آشنا کرتے

مطلع:

چھوڑو سب جھگڑے تجھے ایک ذاتِ واحد چاہیے
تیرے سمجھانے کو علما اور نہ زاہد چاہیے

مقطع:

شاداں اُس کی یاد میں رہو شاد اور کیا چاہیے
جو ہو حاسد اس کو ویسا کوئی حاسد چاہیے

مخطوطہ کی CD بناتے وقت کئی فولیوز ایک دوسرے کے اوپر رکھ کر تصویر بنا دی گئی ہے۔کہیں بہت چھوٹے سائز کا کاغذ ہے جو فولیو کی دائیں یا بائیں جانب رکھ دیا گیا ہے۔جس کی وجہ سے فولیو کا صفحہ نمبر معلوم نہیں کیا جا سکتا۔کاغذ جگہ جگہ سے دریدہ ہے۔اس کو جوڑنے کے لیے سادہ کاغذ چپکا دیا گیا ہے جس سے متن کو نا قابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔

کچھ اشعار حواشی میں درج کیے گئے ہیں جو نسبتاً خفی خط میں ہیں۔کاغذ بوسیدہ ہے اس وجہ سے اس کا پرنٹ بھی گہرا سیاہی مائل آتا ہے لیکن یہ مخطوطہ بہت اہم ہے کیونکہ شاداں کے اس دیوان کے مخطوطات محفوظ نہیں ہیں۔

☆ ایشیاٹک سوسائٹی لائبریری نے اپنے اصول کے مطابق مکمل مخطوطے کی عکسی نقل فراہم نہیں کی بلکہ صرف ۲۷ فولیوز ہیں۔یہ مطالعہ انھی ۲۷ فولیوز کو پیش نظر رکھ کر کیا گیا ہے۔

کلیات کی اشاعت

شاداں کے دونوں کلیات کو اکٹھا کر کے اپنی ترتیب اور حواشی کے ساتھ مہاراجہ سر کشن پرشاد نے اپنے ذاتی مطبع ''محبوب پریس'' سے شائع کیا۔سنہ اشاعت کا کہیں اندراج نہیں۔اپنی وزارتِ عظمیٰ کے دور میں

انھوں نے اسے مرتب کیا۔ پہلا دیوان ۱۴۰ صفحات اور دوسرا دیوان ۲۳۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ لالہ سری رام نے چندولعل کے صرف ایک دیوان کا تذکرہ کیا ہے۔

دیوان اوّل و دوم کی املائی خصوصیات

برٹش لائبریری کا مخزونہ۔ یہ مخطوطہ بہت اچھی حالت میں ہے۔ خاتمے پر ایک ترقیمہ بھی درج ہے۔ املا میں قدیم طرز نگارش کے اثرات نمایاں ہیں۔

الف۔ ایدھر اودھر، (ادھر اُدھر)، دیوانا (دوانا)، دیکھانا (دکھانا)، بیگانہ (بگانہ)، بھولانا، (بھلانا)، اوس (اُس) وغیرہ۔

ب۔ یائے معروف و مجہول کا فرق روا نہیں رکھا گیا۔

ج۔ یاں واں کی بجائے یہاں وہاں لکھا گیا ہے۔

د۔ قدیم انداز تحریر میں غیر ضروری اعلان نون کے سبب بھی شعروں کی قرأت میں دشواری ہوتی ہے۔ ان دونوں مخطوطات میں بھی یہ دشواری ہے۔

ہ۔ ک اور گ پر ایک ہی مرکز کا استعمال ہے۔

و۔ ایک اور اک کا فرق روا نہیں رکھا گیا۔

دوچشمی ھ کی بجائے کہیں وار (کہر) گھر کا استعمال کیا گیا ہے۔ جیسے تہی (تھی)، پہر (پھر) وغیرہ۔

☆☆☆☆☆

حواشی وحوالے

(۱) مہاراجہ چندو لعل بہادر شاداں، کلیاتِ شاداں، مرتبہ، مہاراجہ سر کشن پرشاد شاد لکھنو، ص ۔ ۷

(۲) عبدالغفور نساخ: سخن شعرا، لکھنؤ: اتر پردیش ۔ص ۔ ۲۲۷

(۳) محمد حسین آزاد: آب حیات، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۰، ص ۔ ۳۲۹

(۴) لالہ سری رام، خمخانۂ جاوید، دہلی: ہمدرد پریس ۱۹۲۶، ص، ۳۷۱ ۔ ۳۷۲

(۵) آب حیات: ص ۴۹۸

(۶) رام بابو سکسینہ: تاریخ ادب اردو ۔ مترجم مرزا محمد عسکری ۔ لاہور علمی کتاب خانہ ۔ ۱۹۸۷ ۔ ص ۲۹۲ ۔ ۲۹۳

(۷) نصیر الدین ہاشمی: دکن میں اردو، حیدرآباد، ص ۔ ۳۱۶، ۳۲۱ ۔ ۳۲۲

(۸) رام بابو سکسینہ: تاریخ ادب اردو، ص ۲۹۳

(۹) ژلشان: دیوان شاداں (قلمی) لندن، برٹش لائبریری، ص ۔ ۱

(۱۰) نسخۂ برٹش، ادھر اودھر

(۱۱) نسخۂ برٹش، کبریائی

(۱۲) مخطوطے پر یہ عبارت ہے کہ "یہاں جاں کان غنہ ہے" نسخۂ ایشیا، ص ۔ ۱